قرض اور سود کے متعلق اسلام کی تعلیم

(فرمودہ ۹- فروری ۱۹۳۴ء)

تشہّد' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اسلام نے تمدنی معاملات کے متعلق ایک ایسی تعلیم دی ہے جو اپنی ذات میں گو نہایت ہی مکمل ہے لیکن جب تک اسے اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ مدنظر نہ رکھا جائے اور اس پر کامل طور پر عمل نہ کیا جائے وہ مفید نتائج پیدا نہیں کرسکتی- مثلاً اسلام نے سود سے روکا ہے- سود دنیا میں دو قسم کا ہوتا ہے- ایک وہ سود جو مالدار آدمی اپنے مال کو اور بڑھانے کے لئے دوسرے مالداروں سے رقم لے کر اُن کو ادا کرتا ہے جیسے تاجر پیشہ لوگ یا بینک والے کرتے ہیں- اور ایک وہ سود ہے جو غریب آدمی اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کسی صاحبِ استطاعت سے قرض لے کر اُسے ادا کرتا ہے- اسلام نے ان دونوں سودوں سے منع کیا ہے- اس سود سے بھی روکا ہے جو تجارت یا جائداد کو فروغ دینے کے لئے مالداروں سے روپیہ لے کر انہیں ادا کیا جاتا ہے اور اُس سود سے بھی منع کیا ہے جو غریب آدمی اپنی غربت سے تنگ آکر کسی صاحبِ استطاعت سے قرض لینے کے بعد اسے ادا کرتا ہے- اور نہ صرف ایسا سود دینے سے روکا بلکہ لینے سے بھی منع کیا ہے اور نہ صرف سود لینے دینے سے منع کیا بلکہ گواہی دینے والوں اور تحریر کرنے والوں' غرض سب کو مجرم قرار دیا-

تاجر پیشہ لوگوں کے سود کے متعلق تو جب کوئی شخص سوال کرے کہ مثلاً اس کے پاس دس ہزار روپیہ ہے اور وہ اس سے دس لاکھ روپیہ کما سکتا ہے- اگر وہ بنکوں یا دوسرے افراد

سے روپیہ لے کر اسے ترقی نہ دے تو کیا کرے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ صبر کرے۔ دس ہزار روپیہ اس کے لئے کافی ہے' اسی پر وہ گزارہ کرتا رہے۔ مگر جس وقت یہ سوال پیش کیا جائے کہ ایک غریب آدمی بھوک سے مر رہا ہے' کھیتی اس کی نہیں ہوئی' اناج اس کے گھر میں نہیں آیا' بارشیں وقت پر نہیں برسیں' ایسی صورت میں اگر وہ اپنی زمین کیلئے روپیہ مانگتا ہے تو بغیر سود کے لوگ اُسے دیتے نہیں اب وہ کیا کرے؟ اگر وہ بیل نہ خریدے گا تو کھیتی کس طرح کرے گا۔ یا عمدہ بیج نہیں لے گا تو وہ اور اس کے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے اس کیلئے ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ وہ روپیہ قرض لے مگر جب لوگ اسے بغیر سود کے قرض نہ دیں تو وہ کیا کرے۔ جب یہ سوال پیش کیا جاتا ہے تو اس کا جواب دینا ذرا مشکل ہو جاتا ہے اور درحقیقت یہی وہ سود ہے جس کے حالات اور کوائف سننے کے بعد انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ وہ کیا جواب دے۔ مالدار آدمی کو تو جھٹ ہم یہ جواب دے سکتے ہیں کہ سود پر روپیہ مت دو اگر دس ہزار روپیہ ہے تو اسی پر کفایت کرو سود کے ذریعہ زیادہ بڑھانے کی کیا ضرورت ہے مگر ایک غریب آدمی کو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اسی حالت پر کفایت کرو۔ اس کو تو ایک ہی جواب دیا جاسکتا ہے کہ بھوکے رہو اور مر جاؤ۔ مگر یہ کوئی ایسا معقول جواب نہیں جس سے ہمارے نفس کو تسلّی ہو یا سائل کے دل کو اطمینان حاصل ہو پس ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ اسلام نے اس کا کیا حل رکھا ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیم پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ غریب آدمی تو ایسا ہوتا ہے جس کے پاس روپیہ نہیں مگر جائداد ہوتی ہے اس کے لئے تو یہ صورت ہے کہ جائداد رہن رکھے اور روپیہ لے لے۔ مگر ایک ایسا غریب ہوتا ہے جس کے پاس جائداد بھی نہیں ہوتی جسے رہن رکھ سکے یا اگر جائداد ہوتی ہے تو وہ اس قسم کی ہوتی ہے کہ اگر وہ اسے رہن رکھ دے تو اس کا کاروبار بند ہو جاتا ہے۔ مثلاً زمیندار ہے اگر وہ زمین رہن رکھ دیتا ہے تو وہ کھیتی باڑی کہاں کرے گا۔ اپنے مکان کی چھت یا صحن میں تو وہ کھیتی نہیں کر سکتا۔ ان حالات میں اسلام نے یہ رکھا ہے کہ ایک طرف تو امراء پر ٹیکس لگادیا جس سے غرباء کی امداد کی جاسکتی ہے اور دوسری طرف یہ کہا کہ جب ٹیکس سے بھی کسی غریب کی ضرورت پوری نہ ہو تو جو اس کے دوست واقف کار یا محلے والے ہوں' وہ اسے قرض حسنہ دیں۔

یہ ایک ایسا نظام ہے کہ اگر اس کے تمام پہلوؤں کو مدنظر نہ رکھا جائے تو ایک صورت

کبھی کام نہیں دے سکتی- مگر ہمارے لئے اس میں بھی کئی رُکاوٹیں ہیں کیونکہ اسلام نے امراء پر جو کئی قسم کے ٹیکس لگائے ہیں' وہ ہم وصول نہیں کرسکتے کیونکہ گورنمنٹ وصول کرلیتی ہے- زکوٰۃ اگرچہ آتی ہے مگر وہ بہت ہی کم ہوتی ہے- پس جبکہ امراء کے ٹیکسوں سے ہم اپنی جماعت کے غرباء کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہیں تو ہمارے لئے ایک ہی صورت رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنی جماعت سے کہیں کہ امیر آدمی غرباء کو ضرورت کے وقت قرضِ حسنہ دیا کریں- اور کبھی کبھار میں جماعت کو کہتا بھی رہتا ہوں مگر جس حد تک کہنے سے احساس پیدا ہوسکتا ہے وہ میں نہیں کہتا اور نہیں کہہ سکتا اور آج اسی کے متعلق میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں کیوں جماعت کو زیادہ زور کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ امیر غرباء کو قرضِ حسنہ دیا کریں- میرے نہ کہہ سکنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس جس قدر مالی جھگڑے آتے ہیں' ان میں سے ننانوے فیصدی ایسے ہوتے ہیں جن میں مجھے نظر آرہا ہوتا ہے کہ مقروض قرض واپس کرنے سے گریز کررہا ہوتا ہے اور ایک فیصدی جھگڑا میرے سامنے ایسا آتا ہے جس میں مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرضہ دینے والا مطالبہ میں سختی کررہا ہے مگر ننانوے فیصدی وہ لوگ ہوتے ہیں جو قرضہ لیتے ہیں اور پھر واپس نہیں کرتے بلکہ گریز کرتے اور قرض دینے والے کو نقصان پہنچاتے ہیں- جو شخص قرض لے کر واپس نہیں کرسکتا اس کے متعلق تو ہماری شریعت کا یہ حکم ہے کہ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ [1] کشائش تک اُسے مہلت دینی چاہیئے- اور ایسا انسان جو واقعہ میں تنگی میں ہو اور مالی مشکلات کی وجہ سے روپیہ ادا نہ کرسکتا ہو' میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی معقول پسند انسان یہ کہے کہ مجھے اس سے روپیہ دلوا دیجئے- ہم یہی پوچھیں گے کہ ہم کہاں سے دلوائیں- وہ تو خود کئی قسم کی مشکلات میں مبتلاء ہے- لیکن جو میری نظر میں کیس آتے ہیں وہ ننانوے فیصدی ایسے ہوتے ہیں کہ قرض لینے والے کا حق ہی نہیں ہوتا کہ قرض لے- اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ قرض لینے والے کا حق نہیں ہوتا کہ قرض لے تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ وہ شخص قرض لیتا ہے جسے کہیں سے روپیہ آنے کی امید ہی نہیں ہوتی- میرے نزدیک جو شخص اس حالت میں قرض لیتا ہے جبکہ اُسے کہیں سے روپیہ آنے کی امید نہیں ہوتی اور وہ دوسرے پر اپنی غربت کا اثر ڈال کر اُس سے روپیہ کھینچ لیتا ہے' وہ دھوکے باز اور فریبی ہے- جب اُسے معلوم ہے کہ مجھے روپیہ کہیں سے نہیں آنا تو وہ قرض لیتا ہی کیوں ہے اور جب اس نے بعد میں تقاضوں پر دوسرے کو یہ جواب دینا ہے کہ میں کیا

کروں تو وہ پہلے سے کیوں اس مصیبت کو دور کرنے کی فکر نہیں کرتا۔

ایسا شخص جب دوسرے سے قرض لے رہا ہوتا ہے تو منہ سے تو قرض دینے والے کو کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں جلدی ادا کردوں گا مگر دل میں اس کے یہ ہوتا ہے کہ روپیہ میرے قابو میں آجائے' پھرکون واپس لے سکتا ہے۔ میں ایسے شخص کو یقینی طور پر ویسا ہی مجرم سمجھتا ہوں جیسا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گھر میں سینده لگانے والا بلکہ اس سے زیادہ بُرا۔ کیونکہ جو شخص سینده لگاتا ہے وہ تو اپنے آپ کو چور کہتا ہے۔ مگر یہ ایک طرف تو اپنی دیانت داری کا سکہ بٹھاتا ہے' دوسری طرف جماعت کی ہمدردی اور اخوّت یاد دلاتا ہے' تیسری طرف قرآن مجید کے احکام سناتا اور کہتا جاتا ہے' میری ضرور مدد کرو' احمدیت آخر کس چیز کا نام ہے' ایک مہینہ یا دو مہینہ تک روپیہ ادا کردوں گا۔ اس دھوکے اور فریب کے ذریعہ وہ دوسرے کا مال اُڑا لیتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ شاید میں دیانت دار ہی مشہور رہوں گا مگر آخر وہ دھوکاباز مشہور ہوجاتا ہے اور ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ یہ فریبی ہے بہانوں سے روپیہ وصول کرلیتا ہے مگر دینے کا نام نہیں لیتا۔ پھر اسے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ایک شخص سے لیا ہوا روپیہ ہمیشہ تو کام نہیں آسکتا' کچھ عرصہ کے بعد ضرور ختم ہوجائے گا' پھر وہ کیا کرے گا۔ شاید اس کا خیال ہو وہ کسی دوسرے سے لے لے گا اور ممکن ہے اس میں کامیاب بھی ہوجائے مگر پھر کیا کرے گا۔ اس کے بعد اگر وہ تیسرے شخص کو بھی دھوکا دے لے تو پھر کیا ہوگا۔ آخر چھ مہینے' سال' دوسال' چار سال کے بعد لوگ شور مچائیں گے اور اُسے قرض دینا بند کردیں گے۔ پھر وہ جماعت کے پاس آئے گا اور کہے گا اب میں کیا کروں میرے لئے کوئی انتظام کرو مگر یہی بات اُس نے پہلے کیوں نہ کی۔ اور قرض لینے سے پہلے ہی وہ کیوں نہیں فکر کرتا کہ اب میں کیا کروں۔ دھوکا بازیاں کرنے کے بعد اُس نے جو کچھ کہنا ہے' وہ پہلے کیوں نہیں کہہ دیتا۔ ہاں بعض دفعہ یقین ہوتا ہے کہ کہیں سے روپیہ آنے والا ہے۔ مثلاً کسی نے اس کا سَو دو سَو روپیہ دینا ہو اور سال بھر کا وعدہ ہو۔ اِس دوران میں اُسے خود روپیہ لینے کی ضرورت پیش آجائے اور وہ کسی کے پاس جاکر کہے کہ مجھے فلاں سے روپیہ لینا ہے کیا آپ مجھے اِس روپیہ کے ملنے تک جس کی مجھے غالب امید ہے کچھ روپیہ قرض دے سکتے ہیں۔ اگر دے دیں تو کام چل سکتا ہے۔ یا زمیندار اگر کہہ دے کہ فصل پکنے پر روپیہ ادا کردوں گا تو یہ اور بات ہے۔ لیکن اگر اسے کہیں سے روپیہ کی وصولی کی امید ہی نہ ہو اور پھر بھی وہ روپیہ

قرض لئے جاتا ہے تو وہ یقیناً دھوکا باز ہے- ایسا شخص سمجھ رہا ہوتا ہے کہ چونکہ میں قرض لے رہا ہوں اس لئے یہ جائز کام ہے حالانکہ قرض وہ ہوتا ہے جس کے ادا کرنے کی ہمت ہو- جب ہمت ہی نہ ہو تو پھر قرض کے نام سے روپیہ لینا قرض نہیں بلکہ ٹھگّی ہے- مثلاً ایک شخص جس کی پچاس روپیہ بھی آمد نہ ہو' اگر وہ دو لاکھ روپیہ قرض لے لے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے قرض لیا ہے- ہر شخص کہے گا کہ یہ قرض نہیں بلکہ دھوکا اور فریب ہے- دو لاکھ چھوڑ اس کی تو دو ہزار کی بھی حیثیت نہیں' یہی مثال پچاس بیس یا دس روپیہ قرض لینے پر بھی عائد ہوسکتی ہے- جب ایک شخص میں دس روپیہ قرض ادا کرنے کی بھی ہمت نہیں تو اگر وہ دس روپیہ بھی لیتا ہے تو دھوکا بازی کرتا ہے- چونکہ ہماری جماعت کا قرض لینے والا حصہ خواہ وہ دس' بیس' پچاس' سَو یا دوسَو روپیہ قرض لیتا ہے بسا اوقات ایسی صورت میں قرض لیتا ہے جبکہ وہ اُسے ادا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا اس لئے میری تشریح کے مطابق ننانوے فیصدی یقینی طور پر دھوکاباز ہیں- اور جبکہ اس قسم کے لوگ ہماری جماعت میں موجود ہوں میں کس طرح ترغیب دے سکتا ہوں کہ غریبوں کو قرض دو- میرا اپنا تجربہ یہی ہے- خلافت کے ابتدائی چار پانچ سالوں میں میرے پاس لوگوں کی بہت سی امانتیں رہتی تھیں- بعض دفعہ بیس بیس تیس تیس ہزار روپیہ امانتوں کا ہوجاتا تھا- اور چونکہ میرے پاس یہ روپیہ موجود ہوتا تھا اس لئے جب مجھ سے کوئی شخص قرض مانگتا تو میں اُسے دے دیتا- مگر میں دیکھتا کہ قرض لینے والوں کا بیشتر حصہ ایسا ہوتا جو قرض لے کر بھول جاتا اور چونکہ میرے لئے یہ ایک نہایت ہی مشکل تھی اس لئے میں نے امانتیں لینی چھوڑ دیں- اب بھی بعض امانتیں اگرچہ لوگ میرے پاس رکھواتے ہیں مگر میں انہیں اپنے پاس نہیں رکھتا بلکہ بنک میں جمع کرادیتا ہوں اس لئے اب اگر مجھ سے کوئی شخص قرض مانگے تو سچائی سے میرے پاس یہ عُذر ہوتا ہے کہ اپنا کیا دوسروں کا بھی میرے پاس روپیہ نہیں کیونکہ میرے لئے یہ مشکل ہوتی ہے کہ کوئی مصیبت زدہ میرے پاس آئے اور میں اس کی امداد سے قاصر رہوں- انہی مشکلات کی وجہ سے میں اب لوگوں کو جرأت نہیں دلاتا کہ میرے پاس امانتیں رکھوادیا کرو- ورنہ حضرت خلیفہ اول ہر ہفتہ درس وغیرہ میں فرما دیا کرتے تھے کہ روپیہ اپنے گھروں میں نہ رکھو بلکہ میرے پاس رکھا دیا کرو تا وہ محفوظ رہے- ابتدائے خلافت میں مَیں بھی کہہ دیا کرتا تھا- اور اس طرح کافی رقم جمع ہوجایا کرتی تھی مگر اب میں اول تو امانتیں لیتا ہی نہیں اور اگر لوں بھی تو انہیں بنک

میں جمع کرادیتا ہوں مگر چونکہ دوسروں کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے اور ہماری جماعت کا کثیر حصہ بلکہ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو ننانوے فیصدی حصہ ایسا ہے کہ اسے حق ہی نہیں ہوتا کہ قرض لے۔ یا اگر حق ہوتا ہے تو جب روپیہ اسے ملتا ہے تو وہ اور جگہ خرچ کردیتا ہے۔ اس لئے مجھے یہ نصیحت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ میں عام طور پر دیکھتا ہوں کہ اول تو قرض ایسی حالت میں لیا جاتا ہے جب قرض ادا کرنے کی اپنے اندر ہمت نہیں ہوتی۔ اور اگر کہیں سے روپیہ آنے کی امید میں قرض لیا جاتا ہے تو جب روپیہ آجاتا ہے تو اور جگہوں پر خرچ کردیا جاتا ہے اور دل میں خیال کرلیا جاتا ہے کہ جب قرض خواہ مانگنے آئے گا تو ہم کہیں گے ہم کیا کریں' ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اور اگر زیادہ اصرار کرے گا تو کہہ دیں گے ہمارا مکان ہے بیس ہزار اس کی لاگت ہے' یہ خرید لو اور اسی میں اپنا قرض وضع کرلو۔ چاہے اُس وقت وہ پانچ ہزار روپیہ کا ہی ہو۔ اب کون بیوقوف ہوگا جو دوہزار روپیہ قرض وصول کرنے کے لئے اٹھارہ ہزار اور خرچ کرے۔ یا بعض دفعہ مکان بناتے وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے مگر بعد میں قیمتیں گر جاتی ہیں اس صورت میں مکان خریدنے والے کو گھاٹا بھی ہوسکتا ہے۔ مگر مقروض سمجھتا ہے میں نے مکان پیش کردیا ہے اسی جھگڑے میں ایک دو سال اور گزر جائیں گے حالانکہ یہ قرض دینے والے کا کام نہیں کہ وہ مکان خریدے یا بیچے بلکہ قرض لینے والے کا کام ہے کہ وہ جس طرح ہو قرض ادا کرے۔ مکان بیچنا ہے تو خود بیچے اور جس قیمت پر بِکتا ہے فروخت کرکے قرض ادا کرے۔ غرض عدمِ ادائیگی کا نقص ایسا ہوگیا ہے کہ اس کی وجہ سے اب مجھے جرأت ہی نہیں ہوتی کہ غریبوں کی مدد کے لئے قرضِ حسنہ کی تحریک کی جائے میں جانتا ہوں کہ اگر میں تحریک کروں تو کئی مخلص ایسے کھڑے ہوجائیں گے جو قرض دینے کے لئے تیار ہوں گے مگر آخر ساری ذمہ داری مجھ پر آجائے گی۔ وہ کہیں گے آپ نے وعظ کیا تھا اور ہم نے روپیہ دے دیا' اب روپیہ لینے والے دیتے نہیں اب آپ ہی دلوائیے۔ کیونکہ قرض لینے والے ننانوے فیصدی میری تشریح کے مطابق ٹھگ ہوں گے اور گو وہ یہ بھی کہیں کہ ہماری نیت تھی کہ ہم روپیہ ادا کردیں پھر بھی وہ الزام سے بری نہیں ہوسکتے۔ کیا اگر کوئی شخص عمارت بنانا چاہے اور اسے بیس ہزار روپیہ کی ضرورت ہو مگر اس کے پاس صرف دس ہزار ہو۔ باقی دس ہزار کے متعلق ایک شخص اسے کہے کہ آپ عمارت شروع کریں' میں دس ہزار روپیہ دے دوں گا لیکن جب عمارت نامکمل صورت میں کھڑی ہوجائے اور وہ آکر

کہے کہ روپیہ دیجئے' بارش کا خطرہ ہے' عمارت گر جائے گی۔ تو وہ کہہ دے میری نیت تو ہے کہ آپ کو دس ہزار روپیہ دوں مگر پاس نہیں۔ تو کیا تم کہو گے کہ وہ بڑا مخلص ہے کیونکہ اس کی نیت تو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ دے۔ ہر شخص کہے گا کہ وہ دھوکاباز ہے اُس نے دھوکا دے کر اس کا روپیہ بھی برباد کرایا اور آپ پیچھے ہٹ گیا۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اگر بعض لوگ آپ کے پاس آتے اور کہتے یَارَسُوْلَ اللّٰہ! فلاں دشمن کے مقابلہ میں لشکرکشی فرمائیں۔ دس ہزار آدمی ہمارا آجائے گا اور جب رسول کریم ﷺ تیار ہو کر باہر نکلتے تو دو چار آدمی بھیج دیتے اور کہتے ہماری نیت تو دس ہزار ہی بھیجنے کی تھی مگر ملے نہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ چونکہ دس ہزار کا انہوں نے وعدہ کیا' اس لئے بڑے مخلص سمجھے جاتے۔ نہیں بلکہ جتنی زیادہ انہوں نے اِس رنگ میں نیت کی اُتنا وہ منافق اور دھوکاباز ثابت ہوئے۔ نیت وہ ہوتی ہے جس کے پورا کرنے کا یقین ہو۔ مگر قرض لینے والوں میں سے ننانوے فیصدی جانتے ہیں کہ ہم قرض ادا نہیں کرسکتے پھر بھی وہ قرض لیتے ہیں۔ یا نیت ادا کرنے کی کرتے ہیں مگر ایسی جو کبھی پوری نہ ہو۔ پس درحقیقت ان کی نیت بھی شیطانی ہوتی ہے۔

اسی طرح تجارت پیشہ لوگ ہیں۔ بیسیوں آدمی میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہمارے پاس روپیہ ہے کہیں تجارت پر لگوادیجئے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر ہی میں نے تقریر کی کہ اس قسم کے لوگ میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ پندرہ بیس ہزار روپیہ سالانہ جمع ہوجانا کوئی مشکل بات نہیں۔ جلسہ کے بعد میرے پاس تین آدمیوں کی دستخطی چٹھی پہنچی کہ بس روپیہ کا ہی سوال تھا' ہمیں روپیہ دیجئے تاکہ ہم تجارت شروع کریں اور وہ تینوں ایسے تھے کہ اگر میں بھی اُنہیں قرض دوں تو وہ ایک دمڑی تک اس میں سے واپس نہ کریں۔ایک تو ان میں سے پچھلے دنوں بددیانتی کی وجہ سے قید بھی ہوگیا ہے۔ یہ ایک ایسا نقص ہے جس نے سلسلہ کا نظام بہت حد تک تہہ و بالا کر رکھا ہے۔ اگر قرض ادا کرنے کی ہمت ہی نہیں تو کسی سے قرض لینے سے پیشتر ایسے شخص کا فرض ہے کہ لوگوں سے کہہ دے کہ میں کنگال ہوں' میری مدد کرو مگر جب وہ بغیر اپنے حالات پر غور کئے قرض لے لیتا ہے تو وہ فریبی ہے۔ مانگنا علیحدہ چیز ہے۔ اگر کوئی شخص سوال کرتا ہے تو اگر اس نے بغیر کسی اور ذریعہ سے کام لینے کے جلدی سے سوال کردیا تو ہم کہیں گے یہ کم ہمت ہے اور اس میں اخلاق کی کمی ہے۔ مصائب آئے مگر وہ جلدی ان سے گھبرا گیا لیکن قرض لینے والے کو جبکہ وہ ادا کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا ہم یہ نہیں

کہیں گے کہ کم ہمت ہے بلکہ یہ کہیں گے کہ دھوکاباز ہے۔ ایسے لوگ مجلس میں بڑے فخر سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم سلسلہ سے تو نہیں مانگتے ہم تو لوگوں سے قرض لیتے ہیں حالانکہ جو سلسلہ سے مانگنے آتا ہے وہ اس سے ہزار درجہ بہتر ہوتا ہے جو ادا کرنے کے ذرائع مفقود ہوتے ہوئے قرض لیتا ہے کیونکہ مانگنے والا دھوکا نہیں دیتا مگر وہ دھوکا دیتا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ سے اس طریق کو بند کرنا چاہیئے۔ قادیان میں بھی اور باہر بھی کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو قرض لیتے اور پھر واپس نہیں کرتے۔ مگر کثرت سے بھی وہ مراد نہیں جو مخالف بعض دفعہ میرے اس قسم کے الفاظ سے لے لیتے ہیں کہ کم از کم جماعت کے ۵۱ فیصدی لوگ ایسے ہیں۔ میرا اس قسم کے فقروں سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جماعت میں بیسیوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں۔ یہی بات میں اِس وقت کہہ رہا ہوں کئی لوگ ایسے ہیں جن کا شغل ہی یہ ہے کہ وہ قرض لیتے ہیں اور پھر ادا کرنے کا نام نہیں لیتے۔ اس طریق پر وہ خود بھی بدنام ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی بدنام کرتے ہیں جو جائز طور پر قرض لیتے اور پھر مجبوری کی وجہ سے ادا نہیں کرسکتے۔ اگر مجبوریاں نہ ہوں تو وہ فوراً ادا کردیں۔ میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں اور خصوصاً ان لوگوں کو جنہوں نے میری جلسہ سالانہ کی تقریر کے مطابق سالکین میں نام لکھوائے ہیں۔ میں اس فکر میں ہوں کہ سالکین کے لئے ایسے قواعد وضع کئے جائیں کہ نہ تو یہ کام ایسا بوجھل ہوجائے کہ اپنی ذات میں ایک محکمہ بن جائے۔ اور نہ ایسا ہو کہ صرف نام کے ہی سالکین رہیں اور کام کوئی نہ کریں۔ میں ایسے قواعد سوچ رہا ہوں کہ بغیر کسی محکمہ پر خاص طور پر بوجھ ڈالنے کے دوست اپنی بھی اصلاح کریں اور دوسروں کی بھی اور امید کرتا ہوں کہ چند دن تک ان کو شائع کرسکوں گا۔ لیکن میں ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے نام پیش کئے ہیں پہلا کام یہ سپرد کرتا ہوں کہ وہ جماعت کی نگرانی کریں اور عام طور پر یہ نصیحت کریں کہ جسے یقینی طور پر روپیہ کی آمد کی امید نہ ہو' وہ کسی سے قرض نہ لے۔ دوسرے یہ بھی نصیحت کریں کہ جس شخص کو یقینی طور پر آمدنی کی کہیں سے امید نہ ہو اسے لوگ قرض دیا بھی نہ کریں۔ یہ بھی ایک نیکی ہے جس کا انہیں ثواب ملے گا۔ اب تو یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا مکان دو روپیہ ماہوار آمد کا ہوتا ہے مگر وہ بہت سا روپیہ قرض لے کر بیس روپیہ ماہوار کرایہ میں اسے رہن رکھ دیتا ہے۔ روپیہ دینے والا خوش ہوتا ہے کہ مجھے بہت سا روپیہ مل جائے گا حالانکہ وہ بیس روپے صرف نام کے ہوتے ہیں' ادا ایک بھی

نہیں ہوتا- ابھی پچھلے دنوں ایک دوست نے مجھے لکھا کہ میرے پاس پانچ چھ ہزار روپیہ ہے اسے میں ایسی جگہ لگانا چاہتا ہوں جہاں سے پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار آمد ہوجائے حالانکہ جائداد پر اس سے آدھا منافع بھی نہیں مل سکتا مگر انہوں نے لکھا مجھے ایسے لوگ ملتے تو ہیں مگر میں چاہتا ہوں آپ کی معرفت کام کروں- مگر بات یہ ہے کہ انہیں ایسے لوگ مل رہے تھے جو پچاس ساٹھ کہنے کو تو کہتے تھے مگر ادا ایک بھی نہ کرتے اور نہ صرف انہیں منافع حاصل نہ ہوتا بلکہ اصل روپیہ بھی کھو بیٹھتے کیونکہ ایسے لوگ جانتے ہیں کہ آخر مقدمہ قضاء میں آنا ہے اور قضاء والے جھٹ کہہ دیں گے کہ یہ سود ہے- اور اگر مکان پر قبضہ دلایا جائے' تب بھی پانچ چھ ہزار میں- اگر آٹھ سَو روپیہ کا مکان کسی شخص کو دینا پڑے تو اسے تو فائدہ ہی رہا- پس ایسے لوگوں کو بھی سمجھائیں کہ بِلا سوچے سمجھے دوسروں کو قرض نہ دیا کریں- پھر تیسری بات یہ ہے کہ جب کسی شخص کے متعلق کوئی ایسا معاملہ دیکھیں اور محسوس کریں کہ وہ دھوکابازی کر رہا ہے تو جماعت میں اس کی دھوکابازی اور فریب کاری کو ظاہر کریں- پس یہ تین کام ہیں- اول یہ کہ بجائے اپنے کسی بھائی کو بدنام کرنے کے پہلے عام رنگ میں نصیحت کی جائے کہ وہ لوگ جنہیں کہیں سے روپیہ آنے کی امید نہ ہو وہ قرض نہ لیا کریں- دوسرے روپیہ دینے والوں کو نصیحت کریں کہ ایسے لوگوں کو قرض دینے سے اجتناب کیا کریں- اور تیسری بات یہ ہے کہ دھوکاباز کا فریب جماعت میں ظاہر کریں تا لوگ اس سے بچ کر رہیں- پھر ہمیشہ مظلوم کی تائید کرنی چاہیئے- مگر غلطی سے لوگ مظلوم غریب کو قرار دیتے اور سمجھ لیتے ہیں کہ امیر ہی ظالم ہے حالانکہ اگر ایک کروڑپتی کا ایک روپیہ بھی کسی غریب نے دینا ہے اور وہ دینے کی طاقت رکھتا ہوا نہیں دیتا تو کروڑپتی مظلوم ہے اور غریب ظالم- اگر یہ تین کام ہماری جماعت کے لوگ کرنا شروع کردیں تو میں امید کرتا ہوں کہ چھ مہینہ سال تک اس حد تک اصلاح ہوجائے گی کہ میں دلیری سے لوگوں سے یہ کہہ سکوں گا کہ غریبوں اور حاجت مندوں کو قرض دیا کرو-

پس وہ لوگ جنہوں نے میرے پاس اپنے نام بھجوائے ہیں. ان کے سپرد فی الحال میں یہ کام کرتا ہوں- اور امید کرتا ہوں کہ وہ مہینہ دو مہینہ کے بعد مجھے اپنی رپورٹ بھیجا کریں گے کہ ہم نے اس اس طرح اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ میرے دل میں بھی ان کے لئے دعا کی تحریک ہو اور یہ بھی مجھے معلوم ہوتا رہے کہ وہ سچ مچ کام کررہے ہیں صرف نام

لکھوا کر ہی نہیں بیٹھ گئے- میں سمجھتا ہوں اگر اس طریق پر کام کیا گیا تو غرباء کی مصیبت ایک دن دور ہوسکے گی- اور جماعت بھی دلیری سے ان کی مدد پر تیار رہے گی- اور اس طرح سود کی لعنت سے بھی جماعت کا ایک حصہ خدا تعالٰی کے فضل سے محفوظ ہو جائے گا-

(الفضل ۱۵- فروری ۱۹۳۴ء)

---

۱ البقرۃ:۲۸۱